Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:6 (1975)

مُسلم وسط ایشیا میں

رسمُ الخط کی تبدیلی

کیپٹن محمّد حامد

انیسویں صدی میں روس نے وسط ایشیا کی مُسلم ریاستوں کو یکے بعد دیگرے اپنے قبضے میں کر لیا۔ وہ علاقے جہاں کے علما، و فضلا، نے صدیوں تک مسلم دُنیا کی علمی قیادت کی، وہ علاقے جہاں حدیث کے میدان میں امام بخاریؒ اور ترمذیؒ منطق و عقلیات کے میدان میں امام رازیؒ، اور حکمت کے میدان میں شیخ ابو علی ابن سیناؒ پیدا ہوئے، روس کے تسلّط میں آگئے۔ اس علاقے کو سیاسی اعتبار سے تو فتح کیا جا چکا تھا لیکن یہاں کے پڑھے لکھے طبقے کو ذہنی اعتبار سے مغلوب کر لینا آسان کام نہیں تھا۔ ان تمام علاقوں میں گھر گھر علم و فضل کا چرچا تھا۔ پوری مُسلم دنیا میں علماء کا تناسب سب سے زیادہ یہیں تھا۔ اسی وجہ سے روسی حکمرانوں کو جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ انہیں ذہنی اعتبار سے راہ پہ لانا خاصا مشکل کام ہو گا۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے رسم الخط کا سہارا لیا۔

رسم الخط کی تبدیلی کس قدر اہم تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ لینن نے رسم الخط کی تبدیلی (یعنی عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کے رواج) کو "مشرق میں عظیم انقلاب" قرار دیا۔ اس میں شک نہیں کہ صدیوں پرانی تہذیبی روایات اور اسلام کے مخصوص ثقافتی ورثے سے جس کا تمام ذخیرہ عربی رسم الخط میں محفوظ تھا مسلمانوں کو محروم کر دینا لینن کے نزدیک عظیم کامیابی تھی۔ روسی حکومت کے نزدیک رسم الخط کا مسئلہ بوجوہ خاصا اہم تھا۔

پہلی وجہ تو یہ تھی کہ عربی رسم الخط قرآن کا رسم الخط تھا۔ اسلامی تعلیمات کا بڑا حصّہ عربی زبان اور عربی رسم الخط میں ہے جس سے روس میں رہنے والے مسلمانوں کے دینی جذبے کو تقویت ملتی تھی اس لئے عربی زبان کی موجودگی میں لاکھوں روسی مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی جذبات و احساسات کے سوتوں کو

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

خشک کر دینا مشکل نہیں ناممکنات سے تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی کہ رسم الخط کی تبدیلی سے وہ سب کتابیں از خود ناپید ہو جاتیں جو کہ روسی نقطۂ نظر سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ ورنہ کن کن کتابوں کو ممنوع قرار دیا جاتا مسلمانوں کا تمام علمی سرمایہ ان کے لئے آسانی سے بیکار بنایا جا سکتا تھا۔ یہ کتابیں لائبریریوں کی گرد آلود الماریوں میں پڑی رہتیں۔ ظاہر ہے روسیوں کو ان سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا۔ قدیم لٹریچر میں سے جو چیزیں نئی حکومت کے لئے مفید سمجھی جاتیں وہ نئے رسم الخط میں لکھی جا سکتی تھیں۔

روسی حکومت نے انقلاب کے بعد ابتدائی سالوں میں لاطینی رسم الخط کے تصور کو پُر امن طریقوں سے عوام تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اس موضوع پر عرصے تک عوامی سطح پر بحث و تمحیص بھی ہوتی رہی اور اس کے اچھے بُرے پہلو لوگوں کے سامنے لائے جاتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں باکو میں ایک کانفرنس بلائی گئی۔ اس کانفرنس میں لاطینی رسم الخط کی حمایت میں متفقہ طور پر رائے دی گئی۔ اس کے بعد ایک سال تک اس کے بارے میں پروپگنڈا کی مہم جاری رہی۔ رسم الخط کی تبدیلی کے لئے ایک مرکزی کمیٹی کی تشکیل کا اعلان بھی کیا گیا۔ شروع میں اس کمیٹی کا دفتر باکو میں تھا لیکن بعد میں اسے ماسکو منتقل کر دیا گیا۔ اس کمیٹی نے اب معاملہ سفارشات تک محدود نہیں رکھا بلکہ واضح طور پر احکامات صادر کر دیئے کہ نئے رسم الخط کو رائج کر دیا جائے۔ اس حکم پر عوام میں بے چینی کا پھیلنا لازمی تھا۔ جس علاقے میں پڑھے لکھے افراد کی تعداد جتنی زیادہ تھی وہاں اسی نسبت سے زیادہ بے چینی پھیلی۔ مسلم عوام نے اسے اپنی تہذیب پر براہِ راست حملہ تصور کیا اور وہ ایسا سمجھنے میں حق بجانب تھے۔

تاتار علاقوں میں اس تبدیلی کی مخالفت سب سے زیادہ کی گئی اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ زار کے زمانے سے پڑھنے لکھنے کا رجحان اس علاقے میں سب سے زیادہ تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اکتوبر کے کمیونسٹ انقلاب کے بعد ان علاقوں میں عربی رسم الخط کی بہتر شکل کو رائج کر دیا گیا تھا۔ یہی صورت حال قازخستان اور ازبکستان میں بھی تھی۔ اس نئے عربی رسم الخط میں خاصی تعداد میں کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ لاطینی رسم الخط کے مسئلے پر کشیدگی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ تاتار علاقوں کے کمیونسٹ بھی اس کی حمایت پر آمادہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ کیمونسٹ پارٹی کے ترجمان "سرخ تاتاریہ" کے لکھنے والوں میں ۱۹۲۶ء تک یہ موضوع

زیرِ بحث رہا اور اکثریت کا خیال یہ تھا کہ لاطینی رسم الخط ناقابلِ عمل ہے۔

انیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آخر میں عربی رسم الخط کی حمایت کرنے والوں کو کھلم کھلا غدار کہا جانے لگا۔ وہ لوگ جو لاطینی رسم الخط کے مخالف تھے عوام دشمن کہے جانے لگے۔ اب برسرِ اقتدار طبقے نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ عربی رسم الخط کو ہر قیمت پر ختم کر دیا جائے گا۔ دوسری طرف تاتار اور ترک جن کی صد فیصد آبادی مسلمان تھی اس بات پر مُصر تھے کہ نیا رسم الخط ان کی تہذیب، ان کے نظامِ حیات اور ان کے دین کی قدروں سے متصادم ہے اس لئے وہ اسے قبول نہیں کر سکتے۔

کچھ عرصہ تک عربی اور لاطینی رسم الخط ساتھ ساتھ موجود رہے لیکن ۱۹۲۹ء میں نہ صرف تاتاریہ بلکہ روس کی دوسری مسلم ریاستوں میں بھی عربی رسم الخط کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ ایک عرصے تک مسلم عوام نے نئے رسم الخط کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چھ سال کے بعد ۱۹۳۵ء میں روسی قومیتوں کی اسمبلی یہ اعلان کر سکی کہ لاطینی رسم الخط کو نافذ کیا جا چکا ہے۔ یہ رسم الخط روسی پالیسی کا پہلا مرحلہ تھا اس کو منتہا سمجھنا غلطی ہوگی۔ دوسرا بڑا مرحلہ باقی تھا جس کو بعد میں طے کیا گیا۔

رسم الخط کی تبدیلی کا دوسرا مرحلہ

روسی ماہرینِ اَلسنہ اور روسی حکام کا شروع ہی سے یہ منصوبہ تھا کہ مسلم علاقوں میں روسی رسم الخط کو رائج کیا جائے۔ زار کے دَور میں ایسی ہی ایک کوشش پہلے ناکام ہو چکی تھی۔ پچھلے تجربے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے روسی حکام نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے لاطینی رسم الخط کو رائج کیا جائے اور بعد میں بتدریج روسی رسم الخط کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ اس پالیسی کو اختیار کرنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ انہی دنوں میں ترکی میں لاطینی رسم الخط رائج کیا گیا تھا چونکہ روسی علاقوں میں ترکی زبان بولنے والوں کی اکثریت تھی اس لئے یہ تاثر دیا گیا کہ لاطینی رسم الخط کی وجہ سے ترکی میں رہنے والوں کے ساتھ ایک طرح کا اشتراک قائم ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ مسلم رہنما اس تجویز کی اس شدّ و مدّ سے مخالفت نہیں کریں گے کیونکہ لاطینی رسم الخط یورپ میں بھی رائج تھا اور اس طرح روسی رہنماؤں کی بے غرضی اور نیک نیّتی کا یقین کر لیا جائے گا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ اگر ایک بار لاطینی رسم الخط

رائج ہو گیا تو روسی رسم الخط کی مخالفت اتنی شدید نہیں ہوگی اور ان کا یہ خیال درست بھی تھا۔ اصل مسئلہ عربی رسم الخط کا تھا۔ مسلم عوام کی اس سے جذباتی وابستگی تھی۔ ایک بار عربی رسم الخط ختم ہو گیا تو اس کے بعد مسلم عوام رفتہ رفتہ روسی رسم الخط بھی گوارا کر لینگے۔ اس لئے کہ:

جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

دوسری طرف روسی حکام لاطینی رسم الخط میں تعلیم کے ذریعے اس فکر میں تھے کہ ؎

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُدھر پھیر

لاطینی رسم الخط سے ان کا یہ ابتدائی مقصد حاصل ہو چکا تھا اس لئے اب روسی حکام اپنے دوسرے اہم مقصد کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے یہ حکم جاری کیا کہ روسی زبان تمام غیر روسی اسکولوں میں پڑھائی جائے گی۔ اس حکم کے اجرا کے ساتھ ہی لاطینی رسم الخط کو تبدیل کرنے کا مرحلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ اس تبدیلی میں کسی حد تک سیاسی مقصد بھی شامل تھا۔ اس سے پہلے روسی کمیونسٹ پارٹی کا نقطۂ نظر عالمی تھا۔ ان کا خیال تھا کہ لاطینی زبان کے نفاذ سے جہاں دوسرے فوائد حاصل ہوں گے وہاں عالمی انقلاب کی راہ بھی ہموار ہو سکے گی۔ لیکن تیسری دہائی کے اختتام تک روسی نقطۂ نظر عالمی انقلاب کی راہ سے ہٹ کر روسی قومیت کی راہ پر چل نکلا تھا۔ اس نئے اندازِ فکر کی رُو سے بھی یہ ضروری تھا کہ رسم الخط وہی ہو جو کہ روس اور یوکرائن کے لوگوں کا ہے۔

اب نیا نعرہ یہ تھا "ایک یونین، ایک پارٹی، ایک رسم الخط" ایک بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ اس نئے نعرے اور رسم الخط کی تبدیلی میں شدومد کے اظہار کے باوجود تبدیلی کا یہ کلہاڑا مسلم عوام پر ہی چلا۔ جہاں تک یہودیوں، آرمینیا اور جارجیا کے عیسائیوں اور استونیا، لٹویا، لیتھونیا کے باشندوں کا تعلق ہے یہ تمام اقوام اس تبدیلی سے مستثنیٰ قرار دے دی گئیں۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ روسی حکام دراصل عربی رسم الخط کے درپے تھے۔ انہیں لاطینی یا روسی رسم الخط سے جو دلچسپی بھی ہو وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ عربی رسم الخط کو ختم کر دیا جائے۔ ننانوے روس کے تمام تر ظلم و تشدد

کے باوجود عربی رسم الخط ختم نہیں کیا جا سکا تھا۔ تاتار علاقوں میں عیسائی بنائے جانے والے بچوں کے لئے روسی ماہر السنۃ المنسکی نے نصابی کتب لکھی تھیں اور ان میں روسی رسم الخط ہی استعمال کیا گیا تھا۔ پہلی جنگِ عظیم سے پہلے تاتار زبان میں ۵ لاکھ کتب شائع کی گئی تھیں۔ ان میں سے اکثر مذہبی موضوعات پر لکھی گئی تھیں لیکن اس کے باوجود تاتار عوام کی ثقافتی زندگی پر اس کے خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہو سکے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ زارِ روس نے کبھی بھی اس درجہ تشدد کی پالیسی اختیار نہیں کی تھی۔

روسی پروپیگنڈا مشینری نے روسی رسم الخط کی حمایت اسی طرح شروع کر دی تھی جس طرح کہ پہلے لاطینی رسم الخط کی حمایت کی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہا جانے لگا کہ محنت کش عوام کے پُر زور مطالبوں سے مجبور ہو کر روسی رسم الخط رائج کیا جا رہا ہے۔ اس نئے رسم الخط کو رائج کرنے میں جن دقتوں کا سامنا کیا گیا ہوگا اس کا اندازہ صرف ایک بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف تاتار اسٹیٹ پبلشنگ ہاؤس کو لاطینی رسم الخط میں لکھی گئی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ اسی ہزار کتابوں کو ضائع کر دینا پڑا اور تمام کام نئے سرے سے شروع کرنا پڑا۔ دوسرے مسلم علاقوں میں اسی ضمن میں جو کام ہوا ہوگا اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ۴۰-۱۹۳۹ء کے دوران دیگر مسلم ریاستوں میں بھی رسم الخط کی دوسری تبدیلی کا مرحلہ شروع ہو چکا تھا۔

اس تبدیلی سے ان علاقوں میں تہذیبی اور ثقافتی میدان میں کیا نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، مسلم عوام میں دین سے وابستگی کتنی کم ہوئی ہے یا انہوں نے مارکس اور لینن کی تعلیمات کو کس حد تک اپنایا ہے۔ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ایک بات سامنے ضرور آتی ہے اور وہ یہ کہ ان تمام علاقوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں شہروں میں جس طرح غیر مسلم اقوام کو لا کر آباد کیا گیا ہے اور جس طرح حکومت کی تمام کلیدی اسامیاں انہی کے قبضے میں ہیں اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسلم عوام نے اپنی تہذیبی قدروں کو بالکل چھوڑ نہیں دیا ورنہ شاید روسی حکمران انہیں اسی طرح شریکِ حکومت کر لیتے جیسے کہ انہوں نے جارجیا اور آرمینیا کے عیسائیوں کو کر رکھا ہے۔ رسم الخط کی تبدیلی تہذیبی میدان میں ایک انتہائی شدید اقدام ثابت ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان خاصے سخت جان واقع ہوئے ہیں۔ ترکی میں لاطینی رسم الخط کے باوجود دین کے احیاء کے جذبات مسلم عوام میں آج پہلے سے کہیں زیادہ گہرے

ہیں۔ روس میں رہنے والے مسلمان جن کا ترکوں کے ساتھ نسلی اور لسانی اعتبار سے گہرا رشتہ ہے یقیناً اپنی روایات پر آج بھی اسی طرح پابندی سے ڈٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ ان علاقوں کے رہنے والے مسلمان ہم سے کٹے ہوئے ہیں۔ ہزاروں میل دُور جنوبی امریکہ کے رہنے والوں سے رابطہ آسان ہے لیکن چند سو میل دُور رہنے والے مسلمان ہمارے لئے اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

BIBLIOGRAPHY

1. Walter Kolarz : Russia and Her colonies London 1954.

2. Olaf Carosir : Soviet Empire London 1957.

3. Mavnier Rene, : The Sociology of colonies: An introduction to the study of Race contact London 1949 2 vols.

4. Park Alexander G: Bolshevism in Turkestan 1917 - 27. New York 1957.

5. Wheeler Geoffrey : The Modern History of Soviet Central Asia New York 1964.

6. The World of Learning 10th and 12th eds. London. 1960, 1963.

7. Benningson Alexander : The Muslim Peoples of Soviet Russia and the Soviets The Islamic Review April-July 1955.

8. Benningson, Alexander: Islam in the Soviet Union London, 1967.

9. Berkes Niyazi : The Development of Secularism in Turkey, Montreal. 1964.

10. Black, cysil E : The Dynamics of Modernization. A study in comparative History. New York 1967.

11. ——— The Transformation of Russian Society Cambridge Mass 1960.

*